مداحِ صحابہ مولانا محمود احمد غضنفر رحمۃ اللہ علیہ

☆......☆......☆ محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد ☆......☆......☆

پروفیسر مسعود الرحمان نقیب میرے نہایت پیارے دوستوں سے ایک ہیں۔ جولائی 1990ء سے ان سے میرے گہرے دوستانہ مراسم قائم ہیں۔ جس دور میں ان سے دوستی ہوئی تو انہوں نے ازراہ محبت مجھے "حیات صحابہ کے درخشاں پہلو" کتاب کا حصہ اول ہدیۃ عنایت فرمایا۔ کتاب اس قدر دلچسپ ایمان افروز اور اردو زبان وادب کی چاشنی سے بھرپور تھی کہ میں نے تین چار گھنٹے میں اس کا مطالعہ کر ڈالا۔ اس کے بعد اس کتاب کے مصنف کی جو بھی کتاب اشاعت پذیر ہوئی اس کے حصول اور مطالعہ کی جستجو رہی۔ سن 1999ء کے موسم سرما کی آمد آمد تھی کہ ایک روز دوپہر کے وقت کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب امین پور بازار میں واقع مکتبہ کی جانب جہاں اس دور میں میں ملازم تھا خراماں خراماں چلے آ رہے ہیں۔ نکلتا ہوا قد' کتابی چہرہ' سفیدی مائل گورا رنگ' خوبصورت داڑھی' سر پر قراقلی کی ٹوپی' شلوار قمیص زیب تن' پاؤں میں بند جوتا' دیکھنے میں مردانہ حسن کا خوب صورت پیکر' انہیں دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ ضرور یہ کوئی اونچی ہستی ہے۔ میں جلدی سے اٹھا ان کے سلام کا جواب دیا' ان سے مصافحہ ومعانقہ کیا اور انہیں کرسی پر تشریف رکھنے کو کہا۔ سلام دعا کے بعد ان سے تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ بزرگ جماعت اہل حدیث کے عظیم عالم بن' معروف مصنف ومترجم اور مداح صحابہ حضرت مولانا محمود احمد غضنفر صاحب ہیں۔ جن کی کتابیں عرصہ دراز سے میں مطالعہ کرتا آیا تھا۔ ان سے میری یہ پہلی ملاقات تھی جو یادگار رہی۔ اس ملاقات سے میرے ان سے دوستانہ مراسم قائم ہوئے۔ گاہے گاہے مولانا محمود صاحب فیصل آباد تشریف لاتے تو راقم کے ہاں مکتبہ پر بھی ضرور آتے اور ان سے خوب مجلس رہتی۔ ان سے خط کتابت بھی رہتی۔ وہ بھی خط لکھتے اور میں بھی ان کو خط لکھتا' مولانا محمود صاحب دلچسپ آدمی تھے اور اپنی عذوبت لسان اور شیریں گفتار سے خوب محظوظ کرتے۔ ایک بار تشریف لائے اور میرے استفسار پر فرمانے لگے "جنت" میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ شام کو مکتبہ سے فارغ ہو کر تشریف لائیں باتیں ہوں گی۔ میں نے تعجب سے پوچھا جنت؟ تو وضاحت کی کہ چنیوٹ بازار میں الجنت ہوٹل میں قیام پذیر ہوں۔ چنانچہ رات کو میں اور میرے مرحوم دوست علی ارشد چودھری انہیں' الجنت ہوٹل میں جا کر ملے۔ انہوں نے چائے اور دیگر لوازمات سے ہماری تواضع کی۔ اس ملاقات میں انہوں نے ایک رجسٹر بھی دکھایا اس میں "حیات انبیاء" کتاب کے ابتدائی مضامین لکھے ہوئے تھے۔ بعد میں یہ کتاب نعمانی کتب خانہ لاہور کی طرف سے بہت خوبصورت انداز میں شائع کی گئی۔

ایک بار راقم کی دعوت پر مولانا محمود صاحب میرے غریب خانہ میں تشریف لائے' علی ارشد چودھری مرحوم بھی ہمراہ تھے' رات کا کھانا کھایا اور دیر تک ان سے مجلس رہی۔ اثنائے گفتگو انہوں نے بتایا کہ ایک بار وہ کویت میں مکتبہ احمد بن حنبل پر کتابیں دیکھ رہے تھے کہ ابن ندیم کی الفہرست پر نظر پڑی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ جو کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ نے کیا ہے' ان کے پاس تھا۔ اصل عربی کتاب میں نے اٹھائی اور اس کا ورق الٹا تو باب القلم کے تحت شعر لکھا تھا۔

بکاء الاقلام تبسم الکتب

قلم کی اشک باری سے کتابیں مسکراتی ہیں۔

اتفاق سے اس وقت کتابوں کے اسٹال پر مکتبہ کا مالک موجود تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اسے عربی کا یہ جملہ سنایا' جسے سن کر وہ جھوم اٹھا اور اس نے الفہرست کے اس عربی نسخے پر میرا نام لکھ کر مجھے کتاب ہدیہ کر دی۔ راقم نے یہ واقعہ سن کر مولانا محمود صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضرت یہ عربی شعر مجھے لکھ دیں۔ میری ذاتی لائبریری میں ان کے ہم نام علامہ محمود میر پوری (وفات 9 اکتوبر 1988ء) کے کالموں کا مجموعہ ''تلخ و شیریں'' موجود تھا۔ مولانا محمود صاحب نے اس کتاب کے شروع سادہ صفحے پر مذکورہ شعر اور اس کا اردو ترجمہ لکھ کر نیچے اپنے دستخط کر دیئے۔ میری لائبریری میں یہ کتاب موجود ہے اور اس کے شروع سادہ صفحے پر مولانا کے دستخطوں کے نیچے جو تاریخ رقم ہے وہ 11 مارچ 2001ء ہے۔

مولانا محمود صاحب مروت اور محبت والے علم دوست انسان تھے۔ کئی سال سے مختلف عوارض نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کا قلم تصنیف و تالیف اور ترجمہ کتب میں خوب چل رہا تھا۔ اور انہوں نے عزم و ہمت سے کئی کتابوں کو تصنیف کیا اور کئی عربی کتابوں کے اردو ترجمے کر دیئے۔ 28 دسمبر 2008ء کو میں ان کے ہاں شیخوپورہ حاضر ہوا تھا۔ بیماری کے باوجود نہایت خلوص' محبت' شفقت اور تپاک سے ملے۔ اس دن ان کے پوتے کا عقیقہ تھا اور ان کے بھائی بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان سب سے میرا تعارف کرایا اور میری قلمی کاوشوں سے ان کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی اچھے الفاظ میں میری حوصلہ افزائی کی۔ پھر کویت میں مقیم اپنے اکلوتے صاحبزادے ضیاء سے فون پر میری بات بھی کروائی۔ اس مجلس میں انہوں نے بعض ادیبوں' شاعروں اور مصنفوں کے دلچسپ واقعات اور لطائف سنا کر محفل کو خوب گرمایا۔ شیخ اشرف مرحوم کے بارے انہوں نے بتایا کہ لاہور کے کشمیری بازار میں اہل حدیث اکادمی کے نام سے شیخ صاحب کی دکان تھی۔ وہاں آ کر گاہک کتاب مانگتا' اگر مطلوبہ کتاب نہ ہوتی تو شیخ صاحب کہتے آپ تشریف رکھیں۔ پھر وہ گاہک کا جوتا پہن کر کسی دوسری دکان سے کتاب لینے چلے جاتے۔ ایسا وہ اس لئے کرتے کہ گاہک کہیں جانے نہ پائے۔ وہ صحیح معنوں میں کاروباری شخص تھے۔

شیخوپورہ میں مولانا محمود صاحب سے دو گھنٹے مجلس رہی۔ میں اجازت لے کر آنے لگا تو ازراہ کرم انہوں نے اپنی دو کتب ''گلشن رسالت کی مہکتی کلیاں'' اور اردو ترجمہ شمائل محمدیہ'' اپنے دستخطوں سے مرحمت فرمائیں۔ بلاشبہ مولانا محمود احمد غضنفر عصر حاضر کے بلند پایہ مصنف' ادیب' مترجم' اور مفسر قرآن تھے۔ ان کی کتابوں میں علمی شان کے ساتھ ساتھ اردو زبان و ادب کی رعنائی بھی عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اور ان کی کتابیں دینی' مذہبی' علمی اور ادبی حلقوں میں ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ قارئین اس انتظار میں رہتے ہیں کہ ان کی کون سی نئی کتاب چھپ کر مارکیٹ میں آئی ہے۔ تمہید ذرا طولانی ہو گئی اب آیئے ان کے ابتدائی حالات اور دینی و تصنیفی خدمات کا کھوج لگانے کی کوشش کریں۔ یہ وہ معلومات ہیں جو مولانا مرحوم نے راقم کی خواہش پر مجھے بذریعہ تحریر مہیا کی تھیں۔

مولانا محمود احمد غضنفر یکم جنوری 1945ء کو ہندوستان کے معروف شہر لدھیانہ کے نواحی قصبے پوت میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام غلام محمد تھا۔ وہ چینی کا کاروبار کرتے تھے اور پوت گاؤں کے کھاتے پیتے لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مسلک اہل حدیث سے انہیں والہانہ لگاؤ تھا۔ گاؤں میں اکثر جماعتی جلسے ہوتے اور مولانا حافظ عبداللہ روپڑی' حافظ اسماعیل روپڑی' سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی' مولانا یحییٰ حافظ آبادی' مولانا علی محمد صمصام اور دیگر بہت سے

علمائے اہل حدیث ان جلسوں میں تشریف لاتے۔ان علمائے کرام کے قیام اور کھانے کا انتظام محترم غلام محمد صاحب اپنے گھر میں کرتے تھے۔مولانا محمود احمد صاحب اس نیک طینت انسان کے بیٹے تھے۔تقسیم ملک کے بعد یہ اہل حدیث خاندان لدھیانہ سے نقل مکانی کر کے فیصل آباد (پاکستان) کے نواحی قصبہ ڈگور امیں آباد ہوا۔مولانا محمود صاحب نے سکول کی ابتدائی چھ جماعتیں پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کا آغاز کیا۔اور آپ 1958ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں داخل ہوئے اور 1965ء میں سند فراغت حاصل کی۔

انہوں نے جن اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا ان کے نام یہ ہیں مولانا حافظ محمد گوندلوی' مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی' مولانا پیر محمد یعقوب قریشی' مولانا حافظ احمد اللہ چھتوی' مولانا محمد علی جانباز' مولانا عبدالغفار حسن' مولانا علی محمد حنیف سلفی' حافظ بنیامین' مولانا کرم الدین اور مولانا گوہر الرحمان۔

جامعہ سلفیہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مولانا محمود صاحب 1965ء تا 1970ء جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں تدریس پر مامور رہے۔ان کی اعلیٰ تدریسی خدمات پر انہیں جامعہ تعلیمات کی طرف سے "اشرف گولڈ میڈل" سے بھی نوازا گیا۔1970ء میں آپ فیصل آباد سے لاہور آ گئے اور اس بلدہ علم میں عزم و ہمت اور ولولے کے ساتھ تعلیم و تعلم کی سرگرمیاں شروع کیں' وعظ و خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور تحریر و نگارش کی بزم سجائی۔اس شہر میں ان کی آمدان کے لئے مبارک ثابت ہوئی اور وہ آگے ہی بڑھتے چلے گئے اور انہوں نے آخر علمی دنیا میں شہرت کی بلندیوں کو چھولیا۔1970ء کی دہائی میں اقامۃ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد الریاض سعودی عرب کی طرف سے برائے پاکستان ان کی تقرری عمل میں آئی اور آپ 16 سال اس ادارے کے تحت اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے۔لاہور میں رہ کر آپ نے جو دینی خدمات سرانجام دی اس کی تفصیل یہ ہے

مساجد کی تعمیر:۔

(1) مسجد مزمل اہل حدیث بند روڈ لاہور۔

(2) مسجد ریاض الجنۃ اہل حدیث اعوان ٹاؤن لاہور۔

(3) مسجد انوار رحمت اہل حدیث چک نمبر 39ج۔ب تحصیل و ضلع فیصل آباد۔

(4) مسجد ریاض الجنۃ اہل حدیث شیخوپورہ۔

(5) مسجد اہل حدیث گرجا کالونی لاہور روڈ شیخوپورہ۔

خطابت: مولانا محمود صاحب اچھے خطیب اور مقرر بھی تھے۔وہ قرآن و سنت سے مربوط بڑی عمدہ تقریر کرتے ہیں۔آپ بلا معاوضہ 14 سال مسجد مزمل اہل حدیث بند روڈ لاہور اور 14 سال مسجد ریاض الجنۃ اہل حدیث لاہور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

تدریس: مولانا محمود احمد صاحب نے 1982ء میں جامعہ الفیصل الاسلامیہ کے نام سے مدرسہ بنایا جس میں تقریباً تین سو فلپائنی طلبہ کے علاوہ انڈونیشیا' الجزائر' جزائر قمر' افغانستان اور پاکستان کے طلبہ نے استفادہ کیا۔

حج: 1979ء میں حکومت سعودیہ کی دعوت پر آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔اس سال علامہ احسان الٰہی ظہیر' مولانا محمد حسین شیخوپوری' مولانا خلیل احمد حامدی' مولانا غلام اللہ راولپنڈی اور میجر محمد اسلم مرحوم حج میں ان کے ساتھی تھے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

غیر ملکی اسفار :۔ برطانیہ 4 مرتبہ' متحدہ عرب امارات 4 مرتبہ' کویت 4 مرتبہ' سعودی عرب 12 مرتبہ' انڈیا 1 مرتبہ' فلپائن 1 مرتبہ' افغانستان 2 مرتبہ۔

تصنیفی خدمات :۔ مولانا محمود احمد غضنفر رحمۃ اللہ علیہ کا شمار دورِ حاضر کے چوٹی کے مصنفین میں ہوتا تھا۔ اور ان کی کتابیں ہر طبقہ فکر کے لوگوں میں پڑھی جاتی تھیں۔ ان کا تصنیفی کام مختلف نوعیت کا ہے (1) اس میں قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر بھی ہے۔ جو لکھا جا چکا ہے اور وہ عنقریب تفسیر ضیاء البیان کے نام سے اشاعت پذیر ہو گا۔ (2) احادیث رسول ﷺ کا ترجمہ اور (3) صحابہ و صحابیات سے متعلق عربی کتب کے اردو تراجم اور تالیفات۔

اب ان کی تصنیفات و تراجم کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

(1) حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو
(2) حیات صحابیات کے درخشاں پہلو
(3) حیات تابعین کے درخشاں پہلو
(4) جرنیل صحابہ' اردو' انگلش (تالیف)
(5) حکمران صحابہؓ
(6) شہسوار صحابہ
(7) مبشر صحابہؓ
(8) فقہائے مدینہ (علماء تابعین)
(9) صحابیات مبشرات (اردو' انگلش' تالیف)
(10) خواتین اہل بیت
(11) صحابیات طیبات
(12) صحابیات الرسول' گلشن رسالت کی مہکتی کلیاں
(13) مسلم معاشرہ قرآن و سنت کی روشنی میں
(14) رمضان ماہ غفران
(15) زوجات الرسولؐ
(16) زوجات صحابہؓ
(17) قصص النساء فی القرآن الکریم
(18) ضیاء الکلام شرح عمدۃ الاحکام
(19) عمدۃ الاحکام (اردو ترجمہ)
(20) حیات انبیاء علیہم السلام (تالیف)
(21) کتاب الالمام باحادیث الاحکام
(22) احادیث قدسیہ علامہ ابن دقیق السعید)
(23) احادیث الجہاد
نبیوں کے قصے
(25) کتاب الکبائر
(26) عہد تابعین کی جلیل القدر خواتین
(27) اصول دین
(28) حج و عمرہ قرآن و حدیث کے آئینے میں
(29) عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت
(30) دین کے چار بنیادی اصول
(31) عقیدۃ طحاویہ
(32) سگریٹ نوشی
(33) غیر شرعی نکاح (وٹہ سٹہ)
(34) میدان عمل میں اختلاط مرد و زن کے خطرناک نتائج
(35) سورۃ فاتحہ (ترجمہ و تفہیم)
(36) سورہ یاسین (ترجمہ و تفہیم)
(37) بغداد کا تاجر اور بچوں کی عدالت (تالیف)
(38) فضائل قرآن
(39) مسلمان اور احکام شریعت
(40) شمائل محمدیہ
(41) تفسیر ضیاء البیان
(42) عشرہ مبشرہ
(43) علماء صحابہؓ
(44) مصباح الحدیث

ان کتابوں کے علاوہ مولانا محمود صاحب کے سینکڑوں مضامین پاک و ہند کے اخبارات ورسائل میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ کراچی سے شائع ہونے والے اخبار ''امت'' نے ان کی کتاب ''حیات صحابہ کے درخشاں پہلو'' کو قسط وار مکمل شائع کیا۔ اسی طرح روزنامہ ''پوسٹ مارٹم'' لاہور نے ان کی کتاب ''جرنیل صحابہ'' کو مکمل شائع کیا۔ اور کئی سال سے صحیفہ اہل حدیث کراچی ان کی کتابوں سے مضامین لے کر تسلسل سے شائع کر رہا ہے۔ لاہور میں قیام کے زمانے میں 1990ء کی دہائی میں مولانا محمود صاحب نے ''دعوۃ الحق'' کے نام سے ایک مجلّہ بھی جاری کیا تھا۔ اس کے دو شمارے منظر عام پر آئے۔ دونوں شمارے بڑے ضخیم اور تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں ''کویت نمبر'' تین سو صفحات پر مشتمل ہے جبکہ ''نجد و حجاز نمبر'' پانچ سو صفحات پر محیط ہے۔ 1988ء کے پس و پیش ہفت روزہ اہل حدیث لاہور نے ''حرمین شریفین نمبر'' شائع کیا تھا۔ اس کے مضامین کی جمع و ترتیب اور طباعت و اشاعت کا تمام تر اہتمام مولانا محمود صاحب نے کیا تھا اور یہ اہل حدیث کی خوبصورت اشاعت خاص تھی۔ اس اشاعت خاص کی ادارت کے فرائض مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے انجام دیئے تھے۔

بلاشبہ مولانا محمود احمد غضنفر رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی، تدریسی، تصنیفی اور دعوتی خدمات کی فہرست بڑی طویل ہے۔ وہ عزم و ہمت والے عالم دین تھے۔ غالباً 2003ء میں انہیں پہلی بار جسم کے بائیں جانب فالج کا حملہ ہوا تھا۔ علاج کے بعد ان کی صحت کافی بہتر ہوگئی تھی اور وہ پھر سے نئے عزم کے ساتھ اپنے تصنیفی کاموں میں جت گئے تھے۔ انہوں نے کبھی بھی بیماری کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیا اور بیماری کی شدت کے باوجود درجن بھر سے اوپر کتابوں کے عربی سے اردو تراجم کر دیئے اور کئی کتب تالیف کیں۔ راقم کا ان سے مسلسل ٹیلی فونک رابطہ رہتا تھا وہ بھی گاہے گاہے فون سے اپنی تصنیفی سرگرمیوں سے آگاہ کرتے رہتے۔ چند ماہ پہلے مجھے معلوم ہوا کہ وہ اپنے گاؤں ڈگورا آئے ہوئے ہیں تو میں ان کی ملاقات کو میاں سعید اقبال طاہر، مولانا محمد اسحاق اور مولانا نجیب اللہ طارق صاحب کی ہمراہی میں ان کے گاؤں گیا۔ مولانا محمود صاحب ہمیں اپنے ہاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دیر تک ان سے مجلس رہی۔ چائے اور دیگر لوازمات سے انہوں نے ہماری تواضع کی اور آتے ہوئے انہوں نے مجھے اپنی نئی تصنیف ''علماء صحابہ'' اپنے دستخطوں سے مرحمت فرمائی۔ یہ 12 ربیع الاول 1433ھ کی بات ہے۔ اس موقع پر ہم نے گاؤں میں ان کی طرف سے تعمیر کردہ مسجد الرحمت اہل حدیث بھی دیکھی اور اس میں قائم لائبریری کا بھی مشاہدہ کیا۔ اور مولانا محمود صاحب سے ملاقات کی خوش گوار یادیں لے کر واپس گھر آئے۔

کچھ عرصہ پہلے مولانا محمود صاحب پر بیماری شدت سے حملہ آور ہوئی، لاہور کے ایک ہسپتال میں وہ زیر علاج رہے، افاقہ ہوا تو مولانا پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی صاحب انہیں اپنے ہاں لے آئے۔ اور پھر بورے والا کے ایک نواحی گاؤں ماچھی وال میں چلے گئے۔ اسی گاؤں میں مولانا محمود صاحب نے 20 جون 2012ء کی شام نماز عصر کے وقت وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ 21 جون کی صبح ایک نماز جنازہ ماچھی وال میں ادا کی گئی اور پھر ان کی میت کو فیصل آباد کے نواحی گاؤں ڈگورا لایا گیا اور شام پچھلے نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس میں سینکڑوں افراد دور دراز کے علاقوں سے شریک ہوئے اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

اس طرح ایک مداح صحابہ اس دنیا سے رخصت ہوا اور اپنے پیچھے خوش گوار یادوں کا ایک وسیع سلسلہ چھوڑ گیا۔ ان کی طرف سے تعمیر کردہ مساجد اور تصنیف کردہ کتب بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس مساعی اور حسنات کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆